بہ فیضِ صحبتِ ابرار، یہ دردِ محبت ہے
بہ اُمیدِ نصیحت دوستوں کی اشاعت ہے

حقوقِ شیخ اور آداب

افادات

حکیم الامت مجدد الملۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی صاحب نور اللہ مرقدہ

انتخاب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ : گلشن اقبال، کراچی

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبت ہے
بہ اُمیدِ نصیحت دوستو اِس کی اشاعت ہے

حقوقِ شیخ اور آدابِ شیخ

افادات
حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہٗ

انتخاب
شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس
مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ
گلشن اقبال کراچی پاکستان



نامِ کتاب : **حقوقِ شیخ اور آداب**

افادات : حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہٗ

انتخاب : عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

ملنے کا پتہ

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ
گلشن اقبال کراچی پاکستان

دینی تعلیم و تربیت کی اہمیت

ہمارے ملک میں چھوٹے بڑے دینی مدارس و مکاتب کا ایک سلسلہ قائم ہے جو کہ قناعت و استغنا اور توکل علی اللہ کو اپنا سرمایہ بنائے ہوئے دینی تعلیم و تربیت کے اہم کام میں مصروف ہیں۔ ان مدارس نے دینِ اسلام کا اس کے مزاج و کردار اور پوری خصوصیات کے ساتھ صرف تحفظ ہی نہیں کیا بلکہ ملت کے کروڑوں افراد اور ان کی آنے والی نسلوں کی حیاتِ ایمانی اور اسلامی تہذیب و تمدن سے وابستگی میں جو نمایاں کردار ادا کیا ہے وہ تاریخ کا ایک زریں باب ہے۔ اس کے باوجود ایک طبقہ ایسا ہے جو دینی مدارس کی افادیت کا قائل نہیں ہے۔ ساتھ ہی ان کے وجود کو غیر ضروری سمجھتا ہے۔ چنانچہ اس کی یہ کوشش رہتی ہے کہ ان مدارس و مکاتب کو جدید تعلیم کے لیے استعمال کیا جائے جو کہ ملک و ملت کے حق میں مفید ہوگا۔

اس سلسلہ میں حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ کا درج ذیل ارشادِ گرامی مشعلِ راہ ہے:

اس میں ذرا شبہ نہیں کہ اس وقت علومِ دینیہ کے مدارس کا وجود مسلمانوں کے لیے ایسی بڑی نعمت ہے کہ اس سے فوق متصور نہیں۔ دنیا میں اگر اسلام کی بقا کی کوئی صورت ہے تو یہ مدارس ہیں کیونکہ اسلام نام ہے خاص عقائد و اعمال کا جس میں دیانت، معاملات، معاشرات اور اخلاق سب داخل ہیں اور ظاہر ہے کہ عمل موقوف ہے علم پر اور علوم دینیہ کی ہر چند کہ فی نفسہٖ مدارس پر موقوف نہیں، مگر حالات وقت کے اعتبار سے ضرور مدارس پر موقوف ہے۔

ایک اور موقع پر فرماتے ہیں کہ مدارسِ اسلامیہ میں بے کار پڑے رہنا بھی انگریزی میں مشغول ہونے سے لاکھوں کروڑوں درجہ بہتر ہے، اس لیے گو لیاقت اور کمال حاصل نہ ہو لیکن کم از کم عقائد تو خراب نہ ہوں گے اور مسجد کی جاروب کشی اس وکالت اور بیرسٹری سے بہتر ہے جس میں ایمان میں تزلزل ہو اور خدا، رسول صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ رضی اللہ عنہم اور بزرگانِ دین کی شان میں بے ادبی ہو جو انگریزی کا اس زمانہ میں اکثر یہی بلکہ لازمی نتیجہ ہے۔ ہاں! جس کو دین ہی کے جانے کا غم نہیں وہ جو چاہے کہے اور کرے۔ (تجدید تعلیم و تبلیغ، صفحہ: ۱۷۷)

حقوقِ مصلح اورآ دابِ اصلاح

ازملفوظاتِ کمالاتِ اشرفیہ

(۱)...... فرمایا کہ بدونِ صحبتِ شیخ اگر کوئی لاکھ تسبیحیں پڑھتا رہے کچھ نفع نہیں۔ حضرت خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت! خود ذکراللہ میں یہ کیفیت ہونی چاہیے تھی کہ وہ خود کافی ہوجایا کرتا، صحبتِ شیخ کی کیوں قید ہے۔ فرمایا کہ کام بناوے گا تو ذکراللہ ہی بناوے گا لیکن عادت اللہ یوں ہی جاری ہے کہ بدون شیخ کی صحبت کے نِرا ذکر کام بنانے کے لیے کافی نہیں، اس کے لیے صحبتِ شیخ شرط ہے۔ جس طرح کاٹ جب کرے گی تلوار ہی کرے گی لیکن شرط یہ ہے کہ وہ کسی کے قبضہ میں ہو، ورنہ اکیلی تلوار کچھ نہیں کرسکتی گو کاٹ جب ہوگا تلوار ہی سے ہوگا۔

(صفحہ:۱۸۳)

(۲)...... فرمایا کہ ؎

تین حق مرشد کے ہیں رکھ ان کو یاد
اعتقاد و اعتماد و انقیاد

(صفحہ:۳۷)

(۳)...... فرمایا کہ شیخ کامل کی پہچان یہ ہے کہ شریعت کا پورا متبع ہو، بدعت اور شرک سے محفوظ ہو، کوئی جہل کی بات نہ کرتا ہو، اس کی صحبت میں بیٹھنے کا اثر یہ ہو کہ دنیا کی محبت گھٹتی جاوے اور حق تعالیٰ کی محبت بڑھتی جاوے اور جو مرضِ باطنی بیان کرو اس کو توجہ سے سن کر اس کا علاج تجویز کرے اور جو علاج تجویز کرے اس علاج سے دمبدم نفع ہوتا چلا جاوے اور اس کے اتباع کی بدولت روز بروز حالت درست ہوتی جاوے۔ (صفحہ:۳۷)

(٤)...... فرمایا کہ ہمت سے اگر انسان کام لے تو کوئی کام بھی مشکل نہیں اور یہ ہمت پیدا ہوتی ہے کسی کامل کی صحبت میں رہنے سے یا اس سے تعلق پیدا کرنے سے۔ (صفحہ:۴۴)

(۵)...... فرمایا کہ ایسے کو مرید کرنا مناسب نہیں جس کا ادب شیخ کو کرنا پڑے بلکہ ایسے کو کرنا چاہیے جس کو جو چاہے کہہ سکے۔ (صفحہ:۵۱)

(۶)...... فرمایا کہ جب تک نسبت راسخ نہ ہو جائے مختلف بزرگوں سے ملنا اچھا نہیں، کسی کے پاس بقصد استفادہ و برکت نہ جاوے، مزارات پر بھی اس قصد سے نہ جاوے اور بعد رسوخ نسبت خود ہی جانے کو دل نہ چاہے گا۔ پھر فرمایا کہ طالب کا تو اپنے شیخ کی نسبت یہ مسلک ہونا چاہیے ؎

ہمہ شہر پر زخوباں منم و خیال ما ہے
چہ کنم کہ چشم بد خو نہ کند بکس نگا ہے

وہ عورت فاحشہ ہے جو اپنے خاوند کے سوا دوسرے پر نظر کرے۔ اسی طرح مرید کو شیخ کے علاوہ کسی دوسرے پر نظر نہ کرنی چاہیے، شیخ کو یہ سمجھے کہ میرے لیے سب سے انفع یہی ہے، اس کو وحدت مطلب کہتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ جس طرح وحدتِ مطلوب ضروری ہے اسی طرح وحدت مطلب ضروری ہے، البتہ نسبت راسخ ہو جانے کے بعد پھر جہاں چاہے جاوے، جہاں چاہے اُٹھے، جہاں چاہے بیٹھے۔ (صفحہ: ۱۷۰)

(۷)...... فرمایا کہ بعد تکمیل کے پھر شیخ کا دخل تربیت میں نہیں رہتا، نہ حاجت رہتی ہے، خود منجانب اللہ بلا واسطہ اس کی تربیت ہوتی رہتی ہے، طالب شیخ سے مستغنی ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ مشاطہ بنا سنوار کر دلہن کو دولہا تک پہنچا دیتی ہے، اس کے بعد پھر وہاں اس کا گذر نہیں ہوتا۔ البتہ شیخ کا جس کی بدولت اس کو یہ وصول الی اللہ میسر ہوا ہے ہمیشہ ممنون رہنا چاہیے ورنہ ناشکری موجبِ زوال ہو جاتی ہے۔ (صفحہ: ۱۸۳)

(۸)...... فرمایا کہ بیعت کی حقیقت ہے اعتقاد جازم اپنے تعلیم کرنے والے پر۔ یعنی اس کو یہ یقین ہو کہ یہ میرا خیر خواہ ہے اور جو مشورہ دے گا وہ میرے لیے نہایت نافع ہوگا۔ غرض اس پر پورا اطمینان ہو اور اپنی رائے کو اس کی تجویز و تشخیص میں مطلق دخل نہ دے۔ (صفحہ: ۱۸۹)

(۹)...... فرمایا کہ طالب کو اپنے شیخ کے سامنے اپنی رائے کو بالکل فنا کر دینا چاہیے۔ دو چیزیں لازمۂ طریق ہیں: اتباعِ سنت اور اتباعِ شیخ، جب یہ حالت مرید کی نہ ہو کہ اگر شیخ جان بھی مانگے تو بھی دریغ نہ کرے تب تک کچھ لطف بیعت کا نہیں۔ (صفحہ: ۱۹۲)

(۱۰)...... فرمایا کہ جو ذکر و شغل کے لیے آوے اس کو کسی بات سے تعلق نہیں رکھنا چاہیے، بس اپنے کام میں مشغول رہے نہ کسی کا پیام پہنچاوے نہ کسی کا سلام شیخ کو پہنچاوے۔ خود بھی کسی اور جانب متوجہ نہ ہو

اور نہ شیخ کو متوجہ کرے، بلکہ جہاں تک ہوسکے شیخ کو اپنی طرف متوجہ رکھے، اگرکسی کا سلام پہنچایا تو گویا اس نے خود اپنے شیخ کو دوسرے کی طرف متوجہ کیا جو اس کی مصلحت کے بھی منافی ہے اور غیرتِ عشق کے بھی خلاف ہے۔(صفحہ:۱۹۳)

(۱۱)...... ایک شخص نے دریافت کیا کہ کوئی بیعت تو ایک شیخ سے ہے اور تعلیم دوسرے شیخ سے باجازت یا بلا اجازت شیخ اوّل کے حاصل کرتا ہے تو وہ اپنے لیے افید وانفع وافضل ہونے کا اعتقاد کس کے ساتھ رکھے۔فرمایا کہ ثانی کے ساتھ،مگر اوّل کو اس نفع کا سبب بعید یعنی سبب السبب سمجھے اور اس کے ساتھ گستاخی نہ کرے۔(صفحہ:۲۱)

(۱۲)...... فرمایا کہ جب کوئی مرض یاد آجائے اس کو فوراً نوٹ کرلیا کرے اور ایک ہفتہ تک دیکھا کرے کہ وہ زائل ہوا یا نہیں، اگر زائل نہ ہوا تو نفس کو اور مہلت نہ دے بلکہ مصلح کو اطلاع کردے۔(صفحہ: ۲۴)

(۱۳)...... فرمایا کہ اخلاقِ رذیلہ کا مختصر علاج یہ ہے کہ تامُّل وتحمل یعنی جو کام کرے سوچ کر کرے کہ شرعاً جائز ہے یا نہیں اور جلدی نہ کرے بلکہ تحمل سے کام کیا کرے یا اطلاع واتباع یعنی اپنے احوال واعمال سے شیخ کو مطلع کرتا رہے اور اس کی تجویز پر عمل کرے اور جو کچھ کہے اس پر اعتماد کرے۔(صفحہ:۲۴)

(۱٤)...... فرمایا کہ شیخ کا ولی ہونا ضروری نہیں،مقبول ہونا ضروری نہیں، ہاں فن کا جاننا اور اس میں مہارت ہونا ضروری ہے، جیسے کہ طبیب کہ اس کا پرہیزگار ہونا ضروری نہیں،فن کا جاننا البتہ ضروری ہے۔ اسی طرح اگر اعمالِ صالحہ ہوں،تقویٰ ہو، ولایت حاصل ہوجائے گی گو شیخ نہ ہو، ہاں یہ ضرور ہے کہ اگر شیخ ولی بھی ہو تو اس کی تعلیم میں برکت زیادہ ہوگی۔(صفحہ:۳۱)

(۱۵)...... فرمایا کہ توجہ مرشد کی اس وقت نافع ہوتی ہے جب کہ اس کی اطاعت کی جاوے اور اس کے بتلانے کے موافق عمل کیا جاوے اور اپنے کو اس کے ہاتھ میں مردہ بدست زندہ کردیا جاوے کہ وہ جس طرح چاہے تم میں تصرف کرے،اس کے بعد جو توجہ مرشد کی ہوتی ہے وہ واقعی کیمیا ہوتی ہے۔(صفحہ:۳۳)

(۱٦)...... فرمایا کہ ایذائے شیوخ بلا قصد بھی وبال سے خالی نہیں ہوتی،اس لیے افراط فی الشفقت مضر ہے کیونکہ جتنی شفقت زیادہ شیخ کو ہوگی اتنی ہی مرید کی بے تمیزیوں سے زیادہ ایذا ہوگی۔(صفحہ:۵۱)

(۱۷)...... فرمایا کہ مرید کے لیے شیخ کے قلب میں اپنی طرف رغبت واُنس پیدا کرنے کا طریق اتباع ہے نہ کہ اس سے اختلاف کرنا اور مریدی کے سر ہو جانا۔

(صفحہ:۶۱)

(۱۸)...... فرمایا کہ سلف کے خدام کا یہ مذاق تھا کہ شیخ نے ذرا بھی شریعت سے تجاوز کیا فوراً گرفت کرتے تھے اور یہ سبق حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم نے ہم کو پڑھایا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ خطبہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ ''لَوْمِلْتُ عَنِ الْحَقِّ شَيْئًا فَمَا تَفْعَلُوْنَ'' اگر میں حق سے ذرا ہٹ جاؤں تو تم کیا کروگے؟ اسی وقت ایک صحابی تلوار لے کر اُٹھے اور سیدھی کر کے کہا ''لَنُقِيْمَنَّکَ بِهٰذَا السَّيْفِ'' یعنی ہم تلوار سے آپ کو سیدھا بنا دیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ'' خدا کا شکر ہے کہ میرے دوستوں میں ایسے لوگ موجود ہیں جو میری کجی کو درست کر سکتے ہیں، اب مجھے بے فکری ہے کہ ان شاء اللہ میں حق سے نہ ہٹوں گا۔ (صفحہ:۶۴)

(۱۹)...... فرمایا کہ مناسبتِ شیخ (جو مدار ہے افاضہ واستفاضہ کا) اس کے معنی یہ ہیں کہ شیخ سے مرید کو اس قدر موانست ہو جاوے کہ شیخ کے کسی قول وفعل سے مرید کے دل میں طبعی نکیر نہ پیدا ہو گو عقلی ہو۔

(صفحہ:۶۷)

(۲۰)...... فرمایا کہ اس طریق میں تکدر قلب شیخ مانع وحاجب ہے، اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کو جنہوں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو بُرے طور سے قتل کیا تھا اپنے سامنے آنے سے روک دیا کہ روز روز دیکھ کر انقباض ہوگا اور میرے انقباض سے ضرر ہوگا کہ فیوض وبرکات سے حرمان ہو جائے گا۔ (صفحہ:۷۲)

(۲۱)...... فرمایا کہ کسی بزرگ سے تعلق پیدا کرلو، اگر ممکن ہو سکے تو اس کی صحبت میں رہو، اگر اس کے حقوقِ صحبت ادا نہ کر سکو تو اس سے خط وکتابت کر کے اپنے اعمال کی حفاظت رکھو اور شیخ کو اپنے حالات کی اطلاع کرتے رہو اور وہ جو بتلائے اس پر عمل کرو کیونکہ امراضِ باطنی کی جو دوائیں ہیں وہ ان کی خاصیت خوب جانتا ہے۔ (صفحہ:۸۲)

(۲۲)...... فرمایا کہ اس قسم کے مسائل جن کا تعلق اصلاحِ نفس سے ہے کسی تصوف کی کتاب میں

دیکھ کر اس پر عمل کرنا اس شرط سے درست ہے کہ فہم میں یا حدود وشروط میں غلطی نہ ہو، لیکن ان غلطیوں کا احتمال عادۃً غالب ہے، اس لیے بدون مشورہ کسی شیخ مبصر کے خود عمل مناسب نہیں، البتہ مناسب ہے کہ اس علاج کو نقل کر کے مشورہ کر لے۔ (صفحہ:۹۰)

(۲۳)...... فرمایا کہ تعلق فی اللہ والے کی رضا کا قصد اللہ ہی کی رضا کا قصد ہے اور وہ عینِ اخلاص ہے، مثلاً شیخ کے خوش کرنے کے لیے تہجد پڑھنا خلافِ اخلاص نہیں۔ (صفحہ:۹۷)

(۲٤)...... فرمایا کہ اس طریق میں سب سے زیادہ جو مضر چیز ہے وہ معلم پر اعتراض ہے، اس کا ہمیشہ خیال چاہیے۔ (صفحہ:۹۲)

(۲۵)...... فرمایا کہ اصل بیعت تو انقیاد و اعتقاد ہے کہ ایک شخص راہ بتانے والا ہو اور تم اس کا اتباع لازم سمجھو، بیعت صوری کی ضرورت نہیں۔ (صفحہ:۹۸)

(۲٦)...... فرمایا شیخ اور مرید کی مناسبت کے معنی یہ ہیں کہ شیخ کی سب باتیں مرید کو پسند ہوں اور مرید کی سب باتیں شیخ کو پسند ہوں اور یہی مناسبت شرط ہے بیعت کی نہ کہ تعلیم کی۔ (صفحہ:۱۱۹)

(۲۷)...... فرمایا کہ نفع باطنی کا دار و مدار مناسبت طبیعت پر ہے اور اس کو خود صاحبِ معاملہ ہی جان سکتا ہے، جب تک دو طبیعتوں میں موافقت نہ ہوگی نفع نہ ہوگا، مرید تو شیخ کو یہی سمجھتا رہے کہ میرے لیے بس جو کچھ ہیں یہی ہیں چاہے وہ کچھ بھی نہ ہوں۔

ہمہ شہر پر زخوباں منم و خیال ما ہے
چہ کنم کہ چشم بد خو نہ کند بہ کس نگا ہے

(صفحہ:۱۵۸)

(۲۸)...... فرمایا کہ اگر شیخ سے قطع تعلق کر دے تو سب فیوض بند ہو جاویں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کم تعلقی کر کے تو پھر بالکل واردات و فیوض کچھ بھی نہ رہیں گے۔ (صفحہ:۱٦٤)

(۲۹)...... فرمایا کہ مرید کو شیخ کے قلب کا انقباض مانع فیض ہو جاتا ہے، اس لیے مرید کو اپنے شیخ سے طالب علمی کی حیثیت سے پڑھنا نہ چاہیے، ہاں بلا کتاب کے بیٹھ جانا، تقریر کو سننا اور سوالات نہ کرنا اس کا مضائقہ نہیں۔ (صفحہ:۲۱٤)

(۳۰)...... فرمایا کہ حقوق الشیخ کا آسان خلاصہ یہ ہے کہ دل آزاری نہ ہو، نہ قول وفعل سے نہ حرکات وسکنات سے۔(صفحہ:۲۷۷)

(۳۱)...... فرمایا کہ شیخ کا اتباع مطلق واطاعت مطلقہ نہ عقائد میں ہے، نہ کشفیات میں، نہ جمیع مسائل میں، نہ امورِ معاشیہ میں (مثلاً شیخ طالب سے کہے کہ تم اپنی لڑکی کا رشتہ میرے لڑکے سے یا کسی اور سے کردو) صرف طریق تربیت، تشخیص امراض وتجویز وتدابیر اور ان مسائل میں ہے جن کا تعلق تربیت و اصلاح باطنی سے ہے، وہ بھی اس وقت تک جب تک ان کا جواز مرید وشیخ کے درمیان متفق علیہ ہو اور اگر اختلاف ہو تو شیخ سے مناظرہ کرنا تو خلافِ طریق ہے اور امتثال امر خلافِ شریعت ہے، ایسی صورت میں ادب جامع بین ادبین یہ ہے کہ علماء سے استفتاء کرکے یا اپنی تحقیق سے حکم متعین کرکے شیخ کو اطلاع کرے کہ میں فلاں عمل کو جائز نہیں سمجھتا اور ہمارے سلسلہ میں اس قسم کی تعلیم ہے مجھ کو کیا کرنا چاہیے، اس پر اگر شیخ پھر بھی وہی حکم دے تو اس شیخ کو چھوڑ دینا چاہیے، اور اگر وہ ترک کی اجازت دے تو یہ بھی اس کی متابعت ہے، یہ معنی ہیں اتباعِ کامل کے۔ یعنی جو مرضِ نفسانی اس نے تجویز کیا ہو یا جو تدابیر اس نے تجویز کی ہوں یا جو عمل مشروع جس کا مشروع ہونا شیخ ومرید میں متفق علیہ ہو تجویز کیا ہو، ان چیزوں میں اتباع کامل کرے۔ ذرا بھی اپنی رائے کو دخل نہ دے اور باقی امور میں اتباع مراد نہیں۔

(۳۲)...... فرمایا کہ ذوق پیدا ہوتا ہے اہل اللہ کی صحبت اور ان کی جوتیاں سیدھی کرنے سے جو کہ اعتقاد وانقیاد کے ساتھ ہو کیونکہ یہاں محض تقلید سے کام چلتا ہے، چون وچرا کرنے سے کام نہیں چلتا ہے ؎

فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ
جز شکستہ می نہ گیرد فضل شاہ

جیسے کوئی بچہ استاد کے سامنے الف بے لے کر بیٹھے اور اُستاد پڑھاوے کہہ الف اور کہہ بے اور بچہ یوں کہنے لگے کہ الف کی صورت ایسی کیوں ہوئی اور بے کی ایسی کس واسطے ہوئی تو اُستاد اس سے کہے گا کہ تو اپنے گھر کا راستہ لے۔ بات یہ ہے کہ ابتداء ہر امر کی تقلید محض ہے۔(صفحہ:۱۲۶)

(۳۳)...... فرمایا کہ شیخ وہ ہے کہ مصلح ہو، نرا صالح ہونا کافی نہیں۔ ولی کے لیے صالح ہونے کی ضرورت ہے، مصلح ہو یا نہ ہو اور شیخ ولی ہونے کے لیے دونوں کے جمع ہونے کی ضرورت ہے کہ صالح بھی

ہو اور مصلح بھی ہو، مصلح اگر صالح اور متقی نہیں تو ایسوں کے راستہ بتلانے میں برکت نہیں ہوتی، عادۃ اللہ ہے کہ جو ایسوں سے رجوع کرتے ہیں ان کو طریق پر آمادگی نہیں ہوتی۔ شیخ کو چاہیے کہ اپنے لیے خلوت کا بھی کچھ نہ کچھ وقت تجویز کرے، اس سے بھی برکت ہوتی ہے۔

(صفحہ:۱۲۸)

(۳٤)...... فرمایا کہ ایک بات سمجھنے کے قابل ہے کہ احکامِ شریعت کے خلاف کرنے سے تو آخرت میں عذاب ہوگا اور آدابِ طریقت کے خلاف کرنے سے معصیت نہیں ہوتی، مگر دنیوی ضرر لاحق ہوجاتا ہے، آخرت کا ضرر نہ ہوگا گو بواسطہ آخرت سے بھی محرومی ہوجاوے گی کیونکہ اس مخالفت کا اوّل ضرر یہ ہوتا ہے کہ اللہ کا نام لینے کی حلاوت جاتی رہتی ہے، پھر تعطل ہوجاتا ہے، پھر ترکِ مستحب، پھر ترکِ سنت و واجبات یہاں تک کہ سلب ایمان کی نوبت آجاتی ہے، کہیں اگر اس حالت میں بھی ہمت سے شریعت کا کام کرتا رہے تو آخرت کا نقصان نہیں، مگر انشراح و راحت واطمینان نصیب نہ ہوگا۔ یہ غلط ہے کہ پیر کے ناراض ہوجانے سے اللہ میاں ناراض ہوں گے اور آدابِ طریقت سے کوئی ادب غامض نہیں۔ پیر کو مکدر نہ کیا جاوے، طعن واعتراض اس پر نہ ہو، پیر سے غلطی ہوجانے پر نصیحت بھی کرے، مگر ادب سے۔ (صفحہ:۱۲۸)

(۳۵)...... فرمایا کہ پیر کو مکدر نہ کرنا چاہیے، اگر تکدر سے بچنے کا قصد کرے اور تکدر ہوجائے تو اس کا اثر نہیں، اثر ہوتا ہے قلب مبالات کا۔ پس یہ تین حالتیں ہیں، ایک تو دل دکھانے کا قصد ہے، دوسرے دل نہ دکھانے کا قصد نہ ہو، تیسرے دل نہ دکھانے کا قصد ہو۔ پہلی حالت اشد ہے، دوسری اہون، تیسری پسندیدہ ہے، دوسری حالت کا باعث قلب مبالات ہے جس دل میں محبت اور عظمت ہوگی تو بے پروائی نہیں ہوسکتی، اگر قلب مبالات ہے اور بے پروائی ہے تو یا تو محبت کم ہے یا عظمت کم ہے، اگر محبت وعظمت دونوں نہ ہوں تو ایسے موقع پر عقل سے کام لو، سوچ کر کام کرے جس سے تکدر نہ ہو۔ (صفحہ:۱۲۸)

(۳٦)...... فرمایا کہ شیخ کے قلب کو ہرگز مکدر نہ کرے، اگر اس کو چھوڑنا ہی ہے تو بلا اطلاع کے چھوڑ دے ورنہ دنیاوی زندگی اس کی تلخ ہوجاوے گی تا دم نزع اس کو چین نصیب نہ ہوگا، جس کو یقین نہ ہو وہ آزما کر دیکھ لے اور ایک طرح دین کا نقصان بھی ہوسکتا ہے، وہ یہ کہ ذوق وشوق جاتا رہتا ہے، اگر ہمت

کرے اور طبیعت پر جبر کرے تو دینی اعمال میں کچھ فرق نہیں آتا،لیکن وہ جو ایک خاص قسم کی توفیق وتائید تھی وہ جاتی رہتی ہے، اگر ہمت سے کام لے تو اب بھی قادر ہوسکتا ہے اور اگر ہمت نہ کی تو دینی اعمال کی بھی توفیق نہ رہے گی ،اس اعتبار سے شیخ کے تکدر کرنے میں دینی نقصان بواسطہ بھی ہوسکتا ہے، گو بلاواسطہ دینی نقصان نہیں ہوتا۔(صفحہ:۲۵۳)

(۳۷)...... فرمایا کہ زیادہ رہزن اس طریق کا کبر ہے۔مثلاً بُرا ماننا اصلاح سے اور فرمایا کہ تعلیم بدون صحبت کے کافی نہیں ہوتی ،زیادہ تر صحبت کی ضرورت ہے۔

(صفحہ:۱۷۰)

(۳۸)...... فرمایا کہ جس سے معتقد ہو اس کے کہنے کو بُرا نہ مانے ،تھوڑی دیر صبر کرے،شاید یہ امتحان ہی لیتے ہیں، پھر فرمایا کہ اگر وہ اس کا امتحان ہوا اور پہلے سے بتلا دے تو پھر امتحان ہی کیا ہوا۔(صفحہ:۱۷۱)

(۳۹)...... فرمایا کہ جب تک فناء کی کیفیت غالب نہ ہو اس کو مشتاق یا محبّ نہیں کہہ سکتے اور محبت کے اس درجہ کا انسان مکلّف نہیں ،مگر کمال یہی ہے۔پھر فرمایا کہ اکثر ایسی محبت اوّل ہی میں ہوجاتی ہے اور اس کیفیت عشقیہ کے بڑھنے میں کسی اسباب کی حاجت نہیں اور بیعت میں شیخ کو طالب کی جانب سے ایسی ہی محبت کا انتظار ہوتا ہے، ہاں اگر یہ معلوم ہوجاوے کہ اس کا مذاق ہی نہیں اس وقت میں مجبوری ہے، طبعاً انقیاد محض بدون اس کے نہیں ہوتا بلکہ وساوس کی مزاحمت رائے میں رہتی ہے اور اگر ایسی محبت ہوجاوے تو پھر واللہ! اگر سرِ بازار جوتیاں لگائیں تو قلب پر اثر نہ ہو اور طبعی حزن الگ چیز ہے اور اگر ناگواری ہو تو محبت ہی نہیں اور اس کی تحقیق امتحان سے ہوجاتی ہے۔(صفحہ:۱۷۲)

(۴۰)...... عرض کیا گیا کہ ''فروع الایمان'' میں لکھا ہے کہ شیخ کا ایک ادب یہ ہے کہ مرید اپنا سایہ شیخ پر نہ پڑنے دے۔فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر شیخ کوئی کام کر رہا ہے تو اس کا خیال رکھے کہ اس پر سایہ نہ پڑنے پاوے ورنہ پرچھائیں پڑنے اور اس میں حرکت ہونے سے اس کی یکسوئی میں فرق آکر کام میں خلل پڑے گا۔غرض اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا ہمیشہ خیال رکھے کہ شیخ کو کوئی کلفت یا کدورت نہ ہونے پاوے۔(صفحہ:۲۳۲)

(۴۱)...... ایک صاحب نے عرصہ سے خط نہ لکھنے کی وجہ سے شرمندگی ظاہر کی تھی۔فرمایا کہ شرمندگی کا

تدارک یہی ہے کہ حالت سے اطلاع دینا شروع کردیں۔

(صفحہ:۲۵۳)

(۴۲)...... فرمایا کہ یہ طریق بہت ہی نازک ہے، اس میں قدم رکھنے سے پہلے اپنی شان، اپنے کمالات سب کو فنا کردے اور مصلح کی ہر بات اور ہر تعلیم پر عمل کرنے کے لیے اپنے کو آمادہ کرلے، اس راہ کے لیے پہلی شرط یہ ہے کہ ایسا بن جاوے فرماتے ہیں ؎

در رہِ منزلِ لیلیٰ کہ خطر ہاست بجاں
شرطِ اوّل قدم آن است کہ مجنوں باشی

حتیٰ کہ جوتیاں کھانے تک کو تیار ہوجائے اور جو جوتے کھانے کو تیار ہوگیا اس نے گویا جوتیاں کھا ہی لیں اور اس کی اصلاح ہو ہی گئی۔ آمادہ ہونا ہی تو مشکل ہے، اس لیے کہ آمادگی وہی معتبر ہے جو خلوصِ دل سے ہو اور خلوصِ دل سے وہی آمادہ ہوتا ہے جو اپنی شان نہیں رکھتا اور یہ ہی اصل چیز ہے کام کی کہ اپنے کو مٹادے، فنا کردے، ورنہ محض جوتیاں کھانے سے بھی کیا ہوتا ہے۔ (صفحہ:۲۵۸)

(۴۳)...... فرمایا کہ میں اہلِ طریق کے لیے ہمیشہ اس کا خیال رکھتا ہوں کہ ہر کام سہولت سے ہوجائے، حتیٰ کہ بڑے بڑے مقاصد سہولت سے حاصل ہوجاتے ہیں اور یہ موقوف ہے صحبت پر، مرید کو شیخ کی خدمت میں ایک مدت خاص تک رہنا ضروری ہے، اس مقصود میں خاص خاص سہولت ہوجاتی ہے، رہا یہ کہ کس قدر مدت میں کام ہوجاتا ہے اس کا تعین مشکل ہے۔ یہ مناسبت پر موقوف ہے، اگر اہلِ استعداد ہوتا ہے بہت جلد کام ہوجاتا ہے۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کُل پینتالیس روز رہے، اس کے بعد حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم دے چکے جو کچھ دینا تھا۔ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اس وقت کا یہ فرمانا حضرت کا کہ ہم دے چکے جو کچھ دینا تھا سمجھ میں نہ آیا کہ کیا دیا، مگر پندرہ برس کے بعد معلوم ہوا کہ یہ دیا تھا۔ پھر اس پر مولانا گنگوہی نے مزاحاً فرمایا کہ اگر ہم جانتے کہ یہ چیز ہے تو اتنی محنت کیوں کرتے۔

اس پر حضرت مولانا نے مزاحاً فرمایا کہ مل جانے پر فرماتے تھے ورنہ پندرہ برس تو معلوم ہی ہونے میں لگ گئے۔ (صفحہ:۲۵۹)

(۴۴)...... فرمایا کہ اس طریق میں مصلح کے ساتھ مناسبت ہونا بڑی چیز ہے، بدون مناسبت کے طالب کونفع نہیں ہوسکتا، یہی وجہ ہے کہ میں عدم مناسبت کی بناء پر طالب کومشورہ دیتا ہوں کہ مجھ سے تم کونفع نہ پہنچے گا، اگر تم چاہوتو کسی دوسرے مصلح کا نام بتلا دوں۔(صفحہ:۲۵۹)

(۴۵)...... فرمایا کہ ایک رسالہ میں ایک ایسا جامع مضمون لکھا دیکھا کہ اگر وہ ذہن میں آ جائے تو پھر سارے رسالے کی ضرورت ہی نہ رہے۔ کہتے ہیں کہ شیخ میں دین ہونا چاہیے انبیاء کا سا اور سیاست یعنی داروگیر، محاسبہ، معاقبہ سلاطین کا سا، تجویز اطباء کی سی کہ وہ ہر شخص کا جدا علاج تجویز کرتا ہے۔ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت! انبیاء کا سا دین کیسے ہوسکتا ہے؟ فرمایا یہ مراد نہیں کہ ان کے برابر ہو، مطلب اخلاص میں تشبیہ ہے یعنی اعمال میں غوائل دنیا کی اور خواہشاتِ نفس کی آمیزش نہ ہو۔جس میں یہ باتیں ہوں وہ شیخ ہوسکتا ہے۔(صفحہ:۲۶۰)

(۴۶)...... ایک صاحب نے پوچھا کہ شیخ جو القائے نسبت کرتا ہے اس کے کیا معنی ہیں؟ فرمایا کہ اس کی توجہ اور شفقت میں یہ برکت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نسبت القاء فرما دیتے ہیں، جیسے استاد اگر توجہ اور شفقت کے ساتھ پڑھاوے تو شاگرد کے قلب میں اللہ تعالیٰ مضامین القاء فرما دیتے ہیں، پس القاء استاد یا شیخ کا فعل نہیں۔یہی سبب ہے کہ اس قسم کے اجارہ کو فقہاء نے ناجائز کہا ہے کہ مثلاً میرے لڑکے کو حساب کا ماہر کردو، ہاں یہ جائز ہے کہ تم بتلا دو ماہر کردینا کسی کے اختیار میں نہیں اور بتلا دینا اختیار میں ہے۔پھر ان صاحب نے عرض کیا کہ یہ جو مشہور ہے کہ مشائخ بیعت کے وقت القائے نسبت کرتے ہیں اس کا یہی مطلب ہے۔فرمایا کہ بیعت کے وقت اجمالاً القائے نسبت ہوجاتا ہے یعنی مناسبت مجملہ حق تعالیٰ کے ساتھ پیدا ہوجاتی ہے، اہل اللہ کے ساتھ تعلق ہوگیا تو گویا اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق ہوگیا۔بیعت سے گویا ایک خصوصیت ہوگئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔(صفحہ:۲۴۵)

(۴۷)...... فرمایا کہ زیادہ مقرب بننے سے لوگوں میں حسد پیدا ہونے لگتا ہے، میرے یہاں کوئی مقرب نہیں، یہ میں نہیں کہتا کہ مجھے کسی سے خصوصیت نہیں، جس سے ہے لیکن دل میں ہے۔معاملات میں سب کے ساتھ میں یکساں ہوں، کوئی ناز نہ کرے کسی بات کا، کوئی مقرب نہ بنے، ہر شخص کو براہِ راست چاہیے معاملہ رکھنا مجھ سے، میرے یہاں سفیروں کے واسطے کا قصہ نہیں، اس میں بڑی بڑی

خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔(صفحہ:۲۴۶)

(۴۸)...... فرمایا کہ صاحبو! اہل اللہ کی مجالست میں نیت یہ ہونا چاہیے کہ وہاں دین کی باتیں سنیں گے۔ وعظ ونصیحت کی باتیں کان میں پڑیں گی اور بزرگوں کی نیت بھی دین کی باتیں سنانے کی ہونا چاہیے۔ ہاں! مباح باتوں کی بھی اجازت ہے۔اس کا مزاج پوچھ لیا، گھر کی حالت پوچھ لی یا اس کی طبیعت کے موافق کوئی اور بات کرلی۔خواہ ظاہر میں فضول ہی ہومگر اس خیال سے کہ اس کا دل کھلے گا، اُنس ہوگا، وحشت دور ہوگی۔تو اس غرض کے بعد وہ فضول نہ رہے گی اور یہ باتیں اس طرح کرے کہ وہ یہ سمجھ جاوے کہ شیخ کو ایسی باتوں سے ہماری رعایت مقصود ہے۔ان باتوں کے بعد پھر کام کی باتیں شروع کردے، دین کی باتیں سنادے۔اگر اس نے ایسا نہ کیا تو اس نے اپنا فرضِ منصبی پورا نہ کیا۔

(صفحہ:۲۶۲)

(۴۹)...... ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ اس طریق میں نفع کا مدار مناسبت پر ہے۔ پہلے مناسبت پیدا کرنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔ میں جو لوگوں کو مشورہ دیتا ہوں کہ کچھ روز یہاں آ کر قیام کرو اور زمانہ قیام میں مکاتبت مخاطبت نہ ہو، اس کی صرف یہی وجہ ہے کہ مناسبت پیدا ہو جاوے۔لوگ اس کو بہت ہی سخت شرط بتلاتے ہیں۔ حالانکہ اس کی سخت ضرورت ہے۔ جب تک یہ نہ ہو مجاہدات، ریاضات، مراقبات، مکاشفات سب بے کار ہیں، کوئی نفع نہ ہوگا۔ایک مولوی صاحب نے عرض کیا اگر طبعی مناسبت نہ ہو اور عقلی پیدا کرلی جاوے۔فرمایا کہ کوئی بھی ہو، ہونا چاہیے۔نفع اسی پر موقوف ہے۔(صفحہ:۲۸۳)

(۵۰)...... فرمایا کہ طریق مشورہ لینے کا یہ ہے کہ کئی شقوق لکھیں اور ہر شق کے مفاسد اور مصالح لکھیں اور پھر ترجیح کی درخواست کریں۔(صفحہ:۲۸۳)

(۵۱)...... فرمایا کہ اصلی چیز اصلاح کے لیے صحبت ہے علم چاہے ہو یا نہ ہو بلکہ علم بھی بلاصحبت کے بے کار ہے ''صاحبِ صحبت بلاعلم'' کی اصلاح زیادہ ہوتی ہے، صاحبِ علم بلاصحبت سے۔اسی واسطے میں کہا کرتا ہوں کہ انگریزی خواں بچوں کو صلحاء وعلماء کے پاس بھیجا کرو اور بڑے بھی اس کا خیال رکھیں تو بڑا فائدہ ہو اور ہم اس کا وعدہ کرتے ہیں کہ ہم نہ ان کے پائنچوں پر اعتراض کریں گے نہ ان کی ڈاڑھی سے ہمیں بحث ہوگی، نہ ہم ان کو مار مار کر نماز پڑھاویں گے، وہ ہمارے پاس بیٹھیں گے تو ان کو ہم سے اور ہم کو

ان سے اُنس ہوگا اور دین سے مناسبت پیدا ہوگی۔ یہ مناسبت جڑ ہے اور علم وعمل اس کی فرع۔ صحابہ رضی اللہ عنہم سب کے سب عالم نہ تھے، صرف صحبت سے پایا جو کچھ پایا اور ہمیشہ اہل اللہ نے صحبت ہی کا التزام رکھا۔ اتنی توجہ علم کی طرف نہیں کی جتنی صحبت کی طرف کی۔

(صفحہ:۱۷۲)

(۵۲)...... فرمایا کہ اکثر رئیسوں کو حق تعالیٰ حوصلہ عطا فرمادیتے ہیں۔

خدا جب حسن دیتا ہے
نزاکت آہی جاتی ہے

جناب خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ اسی طرح بزرگان کاملین دولتِ باطنی دینے میں سخی ہوتے ہوں گے، مگر ان کو اس میں اختیار کیا ہے وہ تو حق تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔ فرمایا کہ ان کے اختیار کی ضرورت نہیں، ان کے قلوب میں یہ برکت ہوتی ہے کہ جو اُن کو راضی رکھتا ہے اور جس کی طرف ان کے قلوب متوجہ رہتے ہیں اللہ تعالیٰ اس پر فضل فرما ہی دیتا ہے، تجربہ یہی ہے۔

چنانچہ ایک مرتبہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور ایک اور شخص نہر میں وضو کررہے تھے۔ اس شخص نے خیال کیا کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ مقبول بندے ہیں، میرا مستعمل پانی ان کے پاس جاتا ہے، یہ بے ادبی ہے، اس لیے وہ اُٹھ کر دوسری طرف ان کے نیچے جا بیٹھا۔ بعد انتقال کے اس کو کسی نے خواب میں دیکھا پوچھا کہ مغفرت ہوگئی یا نہیں؟ کہا کہ میرے پاس کوئی عمل نہ تھا اس پر مغفرت ہوئی کہ تو نے ہمارے مقبول بندہ احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا ادب کیا تھا، ہمیں یہ پسند آیا۔ اسی واسطے حدیث میں آیا ہے کہ اے عائشہ (رضی اللہ عنہا)! کسی نیک عمل کو حقیر نہ سمجھنا، ہر نیک عمل میں خاصیت مغفرت کی ہے۔ اسی طرح ہر گناہ میں خاصیت عذاب کی ہے چاہے چھوٹا ہو، چاہے بڑا ہو۔ (صفحہ:۲۴۲)

(۵۳)...... فرمایا کہ ایک صاحب نے لکھا کہ بعض لوگ مجھ کو مشورہ دیتے ہیں کہ بانوں کی دکان کرلو۔ کوئی کہتا ہے کہ دواؤں کی دکان کرلو تو مجھ کو کیا کرنا چاہیے۔ میں نے لکھ دیا کہ میرا باپ نہ کھٹ بُنا تھا نہ پنساری، مجھے ان چیزوں میں تجربہ نہیں۔ کسی تجربہ کار سے معلوم کرکے عمل کرو۔ میرے دو کام ہیں۔ ایک دعا کرالو چاہے وہ دنیا ہی کے لیے سہی وہ بھی عبادت ہے۔ دوسرے اللہ کا نام پوچھ لو۔ پھر فرمایا کہ اتنا تو یہ

لوگ بھی سمجھتے ہیں کہ ان کو تجربہ نہیں مگر پھر بھی ایسی بات پوچھنے کی کیا وجہ؟ یوں سمجھتے ہیں کہ اللہ والوں سے پوچھ کر اس لیے کرنا چاہیے کہ ان کے دل میں وہی آوے گی جو ہونے والی ہے حالانکہ یہ غلو ہے۔ حاصل یہ ہے کہ اس مشورہ کا منشاء عقائد کی خرابی ہے۔ میں اس جہل سے بھی لوگوں کو بچانا چاہتا ہوں کہ دھوکہ میں نہ رہیں اور بعض حضرات جن کا مجھ سے بے تکلفی کا تعلق ہے ان سے معلوم ہوا کہ عوام کا یہ عقیدہ ہے کہ یہ جو کہتے ہیں وہی ہو جاتا ہے۔

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہی عقیدہ ہمارا بھی ہے کہ وہی ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ اعتقاد میں بھی درجات ہیں اور بنا جدا جدا ہیں، عوام کے اعتقاد کی تو نوعیت بہت ہی خراب ہے، وہ تو یہ سمجھتے ہیں کہ خلاف ہو ہی نہیں سکتا۔ بخلاف اہلِ علم کے کہ ان کا اعتقاد اس درجہ کا نہیں ہوسکتا۔ (صفحہ: ٢٦١)

(٥٤)...... فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ظاہری محاسبہ نہ تھا، مگر برکت اتنی زبردست تھی کہ محاسبہ میں وہ کام نہیں بن سکتا جو حضرت کے یہاں بلا محاسبہ ہی بن جاتا تھا۔ یہ محض حضرت کی برکت تھی۔ (صفحہ: ٢٦١)

(٥٥)...... فرمایا کہ یہ طریق بہت ہی نازک ہے اس لیے رہبر کامل کی ضرورت ہے۔ بعض اوقات ماضی پر افسوس کرنا بھی حجاب مستقبل کا ہو جاتا ہے کہ اس تاسف میں غلو کے ساتھ مشغول ہو کر آئندہ کے لیے معطل ہو جاتا ہے۔ (صفحہ: ٢٧٨)

(٥٦)...... ایک صاحب دہلی کے آئے۔ وہ ایک واعظ کے پاس رہے تھے۔ رات دن خدمت کرنے کے خوگر تھے۔ بعد کو ان کا میلان بدعت کی طرف دیکھ کر یہاں آئے، ان کی عادت تو اسی کی پڑی ہوئی تھی۔ مجھ سے بھی بھوت کی طرح لپٹنا چاہا۔ میں نے انہیں نرمی سے سمجھایا، انہوں نے ایک پرچہ لکھ کر دیا کہ مجھے رنج ہوا، آپ نے مجھے محروم رکھا۔ میں نے بلا کر کہا کہ اگر آپ کو مجھ سے اعتقاد نہیں تو میری خدمت میں کوئی سعادت نہیں جس کی محرومی کا رنج کیا جاوے اور اگر اعتقاد ہے تو یہ عجیب بات ہے کہ آپ مجھے سعادت سے محروم کرنے والا سمجھتے ہیں۔ جب آپ مجھے ایسا سمجھتے ہیں تو میں آپ کا دُشمن دین ہوں۔ پھر یہاں آپ کا رہنا فضول ہے، تشریف لے جائیے۔ تب ان کی آنکھیں کھلیں۔ پھر میں نے کہا کہ تمہیں

یہ سمجھنا چاہیے کہ جو کچھ مجھ کو کہا جاوے گا وہی ٹھیک ہوگا۔ پھر فرمایا کہ حضرت! میں نے اپنے کسی بزرگ کی خدمت ہاتھ پاؤں کی کبھی نہیں کی کہ شاید مجھ سے نہ آوے تو انہیں تکلیف ہو۔(صفحہ:۲۲۴)

(۵۷)...... فرمایا کہ بزرگوں نے کہا ہے کہ گربۂ زندہ بہ از شیر مردہ۔ یعنی زندہ شیخ سے جو فیوض و برکات حاصل ہوسکتے ہیں وہ مردہ شیوخ سے نہیں ہوسکتے۔ موٹی بات ہے کہ اس طریق میں سخت ضرورت تعلیم کی ہوتی ہے اور عادۃً مردوں سے تعلیم نہیں ہوسکتی۔ گو وہ برزخ میں احیاء سے بڑھ کر متصف بالحیاۃ ہوں۔ ہاں تقویت نسبت ہوسکتی ہے لیکن نری تقویت نسبت سے کیا ہوتا ہے، کوئی ہزار پہلوانی کا زور رکھتا ہو لیکن داؤ نہ جانتا ہو تو وہ کچھ بھی نہیں، ایک بچہ اسے چت کردے گا۔ نری تقویت سے کیا ہوتا ہے؟ صنعت بھی تو چاہیے۔ روایت کا سلسلہ آخر عبث تھوڑا ہی ہے، مرغی بے مرغ کے بھی انڈے دیتی ہے لیکن خاکی انڈے سے بچے نہیں نکلتے اسی طرح گو وہ خود کچھ ہوجاوے لیکن ایسے شخص سے دوسرے کو نفع نہیں پہنچ سکتا۔ اوّل تو خود اسی کے منتفع ہونے میں کلام ہے کیونکہ ایسے شخص کو جو مدعی ہے نسبت اویسیہ کا اگر کوئی عقبہ پیش آوے تو وہ کسی سے پوچھے گا نہیں، کیونکہ لوگوں کے نزدیک اس کی نسبت اویسیہ قطع ہوجاوے گی۔ اس کو سُبکی ہونے کا خیال ہوگا۔ پھر فرمایا کہ نسبتِ اویسیہ ہوتی ہے لیکن میرے نزدیک کافی نہیں۔ ایسے شخص سے غلطیاں واقع ہوسکتی ہیں، کیونکہ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ ہر جزئی کی تحقیق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کرسکے اور اگر ہو بھی تو احتمال ہے کشف کے غلط ہونے کا، محض روحانی طور پر فیض ہونے سے نسبت میں تو قوت ہوجاتی ہے لیکن حقیقت طریق معلوم نہیں ہوسکتی۔(صفحہ:۲۳۱)

(۵۸)...... فرمایا کہ بیعت کے بعد جو نفع ہوتا ہے وہی بلا بیعت کے بھی حاصل ہوسکتا ہے۔ نفع کا دارومدار بیعت پر نہیں۔ عرض کیا گیا کہ پھر بیعت بدعت ہے؟ اگر بدعت ہے تو اس کو ترک کردینا چاہیے۔ فرمایا کہ بیعت بدعت نہیں، بیعت کو ضروری سمجھنا بدعت ہے، بلکہ بیعت ایک سنت مستحبہ غیر ضروریہ ہے۔(صفحہ:۲۳۸)

(۵۹)...... فرمایا کہ اہلِ فن کے نزدیک وصول نفع کے لیے جو یہ شرط ہے کہ شیخ سے سارے تعلقات سے زیادہ قوی تعلق ہو، اس کا مطلب یہ ہے کہ استفادہ کے وقت اس کو ظنًّا انفع سمجھے اور اس ظن کا درجہ اتنا ہونا چاہیے کہ دوسری طرف نگرانی سے اس کو مانع ہو۔ پھر جب ایک معتد بہ زمانہ تک نفع نہ ہو اوّل اسی شیخ

سے اس کی وجہ تحقیق کرے۔ اگر تسلی نہ ہو تو پھر دوسرے سے استفادہ کرے، اسی ظن مذکور کے ساتھ باقی مغلوب المحبت ہونا ضروری نہیں۔ (صفحہ:۲۵۲)

(٦٠)...... ایک مرید نے لکھا کہ بعض وقت یہ خیال آ کر کہ لوگ ریا کار کہیں گے یا اچھا کہیں گے تو نفس خوش ہوگا نفل وغیرہ پڑھنے سے باز رہتا ہوں۔ کیا یہ ناکارہ ہر طرح سے محروم ہی رہے گا۔ تحریر فرمایا کہ ریا کا خیال تو شیطانی خیال ہے، باوجود اس خیال کے بھی کام کرنا چاہیے اور مجھ سے کیا پوچھتے ہو کہ محروم رہو گے یا کیا، مجھ کو تو اپنا ہی حال معلوم نہیں۔ پھر یہ کہ اپنی کوتاہی جب سبب محرومی کا ہو تو دوسرا علاج کیا کرے۔ معلم کا کام اتنا ہے کہ طالب کام کرے اور اطلاع حالات کی دے کر جو کچھ پوچھنا ہو اس سے پوچھے۔ بدون اس کے کوئی کھیر تو ہے نہیں کہ چٹا دی جاوے گی۔ (صفحہ:۲۵۲)

(٦١)...... فرمایا کہ بیعت ضروری نہیں۔ ضروری چیز تعلیم ہے اور ملقن کے ساتھ اعتقاد، کیونکہ اگر اعتقاد ہو تو چاہے وہ خود کسی قابل نہ ہو لیکن اس کا (یعنی تعلیم حاصل کرنے والے کا) کام بن جاتا ہے۔ بشرطیکہ صحیح سلسلہ ہو۔ اگر صحیح سلسلہ نہ ہو تو نرے اعتقاد سے کچھ نہیں ہوتا۔ صحیح سلسلہ ہونے کی صورت میں چونکہ سلسلہ دور تک متعدی ہوتا ہے، اس کے واسطے سے بزرگوں کا فیض پہنچ جاتا ہے۔ ایک بار فرمایا کہ صحیح سلسلہ کا اثر ایسا ہی ہوتا ہے جیسے نسب کے صحیح سلسلہ ہونے کا۔

(صفحہ:۲۲۷)

(٦٢)...... فرمایا کہ ایک پیر صاحب پر ان کے مرید کا سایہ پڑ گیا تو نہایت ہی خفا ہوئے اور جرمانہ کیا (یعنی اس کو خلافِ تعظیم وتوقیر سمجھا) بس میرا تو اس باب میں یہ مسلک ہے کہ محبت کے متعلق جو آداب ہیں وہ تو ضروری، ان کے تو دقائق کی بھی رعایت چاہیے۔ باقی تعظیم وتکریم کے متعلق جو آداب ہیں وہ سب بے کار۔ چنانچہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم محبت کے آداب کا بہت لحاظ رکھتے تھے، تکریم وتعظیم کا ان کو اہتمام نہ تھا۔ (صفحہ:۲۳۱)

(٦٣)...... ایک صاحب نے استفسار کیا کہ محبت کے آداب کیا ہیں؟ فرمایا کہ جب محبت ہوگی خود بخود آداب معلوم ہو جائیں گے۔ جیسے لڑکا جب بالغ ہوتا ہے خود بخود اس کو شہوت ہونے لگتی ہے۔ نابالغ بچے کو کسی طرح سمجھایا جاوے کہ جماع اس طرح پر ہوتا ہے۔ محبت پیدا کرلے، پھر خود بخود آداب قلب میں آنے لگیں گے۔ محبت کے آداب کی کوئی فہرست تھوڑا ہی تیار ہو سکتی ہے اور تکلف کے ساتھ

محبت بھی نہ کرے۔ اگر کھینچ تان کر اور آداب کی فہرست معلوم کر کے محبت بھی کی تو اس سے کیا ہوتا ہے۔ جتنی محبت ہو بس اتنا ہی ظاہر کرے، تکلف اور تصنع نہ کرے یہ تو خواہ مخواہ شیخ کو دھوکہ دینا ہے۔ (صفحہ:۲۳۲)

(٦٤)...... فرمایا کہ میں نے بزرگوں کے پاؤں کبھی نہیں دابے، نہ کبھی اس کا جوش اُٹھا۔ ایسی حالت میں اگر کبھی دابتا تو تصنع سے ہوتا ہے۔ جب جی میں نہیں تھا نہیں کیا کہ کون بناوٹ کرے۔ بزرگوں سے بہت سے لوگ تو اس کو ذریعہ تقرب سمجھتے ہیں۔ البتہ جب جوش ہو تو مضائقہ نہیں اور صاحب کیا بزرگوں کو معلوم نہیں ہو جاتا۔ جوش چھپا نہیں رہتا۔ آدمی جس کو شیخ بناتا ہے وہ بہر حال اس کو اپنے سے تو زیادہ ہی عقلمند اور صاحب بصیرت سمجھتا ہے، پھر اس کے ساتھ تصنع کیوں کرے۔ میں بزرگوں کے معاملہ میں تو کیا بناوٹ کرتا؟ اپنے عیوب بھی ان سے کبھی نہیں چھپائے۔ صاف کہہ دیا کہ مجھ میں یہ عیوب ہیں اور یہ مرض ہیں۔ خیر وہ مرض تو گئے نہیں لیکن اس سے علاج تو ہر مرض کا معلوم ہو گیا۔ ورنہ لوگ بلی کے گُو کی طرح اپنے عیوب کو چھپاتے ہیں۔ گو معصیت کا اظہار نہیں چاہیے لیکن جب اس کی اصلاح اپنے اختیار سے باہر ہو جائے تب اظہار بھی ضروری ہے۔ گو تفصیل کی ضرورت نہیں کیونکہ آخر شیخ کو تعلق ہوتا ہے۔ اس کو سن کر افسوس ہوتا ہے۔ ہاں! جب مرض بڑھنے لگے تب اظہار ضروری ہے۔ جیسے کسی کو سوزاک ہو جاوے تو اگر معمولی تدابیر سے اچھا نہ ہو تو ضروری ہے کہ اپنے باپ سے ظاہر کر دے۔ (صفحہ:۲۳۲)

(٦٥)...... ایک صاحب جو سلسلہ میں داخل ہونے کے لیے سفر کرنا چاہتے تھے اور رشوت میں بھی مبتلا تھے، انہوں نے ذکر و شغل کا شوق ظاہر کیا تھا۔ اس پر حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ جب رشوت بالکل چھوٹ جاوے، اس وقت طریقہ ذکر و شغل کا پوچھے۔ (صفحہ:۲۴۹)

(٦٦)...... فرمایا کہ جس طرح جو صحبت بدوں زوجین کی شہوت کے ہو اس سے نسل نہیں چلتی، عورت مرد دونوں کو شہوت ہونی چاہیے۔ چنانچہ توافق انزالین شرط ہے حمل قرار پانے کے لیے۔ اسی طرح بے دلی سے تعلیم کرنا بالکل ایسا ہی جیسے بلا شہوت صحبت کرنا۔ (صفحہ:۲۲۲)

(٦٧)...... فرمایا کہ تعلیم کنندہ تو محض بہانہ ہے، اصل میں مبداء فیاض ہی سے فیوض و برکات نازل ہوتے ہیں۔ شیخ برائے نام واسطہ ہوتا ہے لیکن طالب کو چاہیے کہ واسطہ کی قدر کرے کیونکہ خدا کی عادت ہے کہ بدون واسطہ کے وہ فیوض و برکات نازل نہیں فرماتے۔ (صفحہ:۲۲۳)

(۶۸)...... فرمایا کہ بزرگوں میں یہ بات دیکھنا چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں سے کتنا حصہ ملا ہے۔ اصل چیز یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کس درجہ مناسبت ہے اور مناسبت بھی بے ساختگی اور پختگی کے ساتھ۔ یوں دو چار دن کو تو سب بن سکتے ہیں۔ (صفحہ:۲۲۳)

(۶۹)...... فرمایا کہ آج کل ایک مرض یہ بھی ہے کہ مرید ہونے کے لیے لوگوں کو اپنے بزرگ کے پاس لاتے ہیں اور سفارش کرتے ہیں۔ اس سے تو مجھے ایسی چڑ ہے کہ ذرا بھی معلوم ہو جاوے کہ کسی کا لایا ہوا ہے تو اسے مرید کرتا ہی نہیں تا کہ وہ ان ترغیب دینے والوں کو گالیاں دے اور پھر انہیں سفارش کرنے کا حوصلہ نہ رہے۔ جناب طلب وہ چیز ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے کسی کی سفارش کی ضرورت ہی نہیں۔ دوسرے یہ بات ہے کہ جو سفارش کے ذریعے سے بیعت ہونا چاہتا ہے تو اس کا ایہام ہوتا ہے گو یہ نیت نہ ہو، لیکن اس کی صورت اس کی ہوتی ہے کہ اس کو نیازمندی سے عار ہے۔ (صفحہ:۲۲۴)

(۷۰)...... فرمایا کہ جب تک طریق کی حقیقت نہ معلوم ہو جاوے تب تک تو صحبت شیخ ضروری ہے۔ جب اس کی حقیقت معلوم ہوگئی اور طریق سے مناسبت پیدا ہوگئی، پھر صحبت ضروری نہیں۔ (صفحہ: ۲۲۷)

(۷۱)...... فرمایا کہ کام میں لگنا چاہیے۔ یہ دیکھنے کی ضرورت نہیں کہ کیفیات بھی ہیں یا نہیں، حظوظ و لذائذ بھی ہیں یا نہیں اور نہ یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ کچھ ہوا یا نہیں۔ اس کو ایک مثال سے سمجھئے کہ جیسے رات کو پسنہاری آٹا پیستی ہے، مگر اس پیسنے والی کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آٹا چکی سے گر رہا ہے یا نہیں اور نہ یہ خبر ہوتی ہے کہ کس قدر جمع ہوگیا۔ پیسنے ہی کی دھن لگی رہتی ہے۔ صبح کو جب دیکھتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ تمام چکی کے گرد آٹا جمع ہے۔ اگر رات بھر یہ کرتی کہ ایک چکر چکی کا گھما کر آٹے کو ٹٹولا کرتی تو پاؤ بھر بھی آٹا نہ پیس سکتی۔

علاوہ اس کے اپنے کو جس کے سپرد کیا ہے اس پر بغیر اعتماد اور انقیاد و اعتقاد کے کام نہیں چل سکتا۔ جب جاننے والا یہ کہہ رہا ہو کہ کام ہو رہا ہے بس اطمینان کرنا چاہیے۔ (صفحہ:۹۱)

(۷۲)...... فرمایا کہ حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے معاصر ہیں۔ آپ کے ایک مرید نے دریافت کیا کہ حضرت! آپ کا کون سا مقام ہے۔ کیا آپ غوث

ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''نَزِّهْ شَيْخَكَ عَنِ الْغَوْثِيَّةِ'' یعنی اپنے شیخ کو مرتبہ غوثیہ سے برتر سمجھو۔ پھر اس نے عرض کیا کہ پھر آپ قطب ہیں؟ فرمایا: ''نَزِّهْ شَيْخَكَ عَنِ الْقُطْبِيَّةِ'' یعنی اپنے شیخ کو مرتبۂ قطبیت سے برتر سمجھو۔ پھر فرمایا کہ حق تعالیٰ نے تمام ارواح اولیاء کو جمع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ جو جس کا جی چاہے مانگے۔ ہر ایک نے جو اس کے دل میں تھا عرض کیا۔ کسی نے مرتبہ غوثیہ طلب کیا، کسی نے مرتبہ قطبیت۔ یہاں تک کہ نوبت مجھ تک پہنچی تو میں نے عرض کیا: ''رَبِّ إِنِّیْ اُرِيْدُ أَنْ لَّا أُرِيْدَ وَأَخْتَارُ أَنْ لَّا اَخْتَارَ'' یعنی الٰہی! میں یہ چاہتا ہوں کہ کچھ نہ چاہوں اور یہ تجویز کرتا ہوں کہ کچھ نہ تجویز کروں۔ ''فَاَعْطَانِیْ مَالَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ مِّنْ أَهْلِ هٰذَا الْعَصْرِ'' پس مجھے وہ چیز عنایت ہوئی جو اس زمانہ والوں میں سے نہ کسی کی آنکھ نے دیکھی نہ کسی کے کان نے سنی اور نہ کسی کے دل پر گذری۔ (اس سے معلوم ہوا کہ شیخ اپنے مرید کی تسلی کے لیے اپنے مقام کی اطلاع دے سکتا ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ تفویض نہایت اعلیٰ مقام ہے۔) (صفحہ:۱۱۲)

(۷۳)...... فرمایا کہ قطب الارشاد نائب رسول ہوتے ہیں۔ لوگوں کے قلوب میں انوار و برکات ان کی وجہ سے آتے ہیں۔ برکات سے متمتع ہونے کی شرط ان کے ساتھ اعتقاد ہے۔ (صفحہ:۱۳۰)

(۷۴)...... فرمایا کہ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کے درمیان جو شرائط طے ہوئے تھے وہ مناسبت وعدم مناسبت کے امتحان ہی کے لیے تو طے ہوئے تھے۔ چنانچہ جب عدم مناسبت ثابت ہوگئی تو جدائی ہوگئی۔ اسی طرح شیخ اگر کسی مرید کو گو وہ معصیت کا مرتکب نہ ہو بوجہ عدم مناسبت علیحدہ کر دے تو جائز ہے۔

(صفحہ:۲۱۸)

(۷۵)...... فرمایا کہ اس طریق کی مناسبت تو شیخ کے پاس رہنے سے اور افادات کے سننے سے حاصل ہوتی ہے۔ خصوص کا کام کرتے رہنے سے اور اطلاع دیتے رہنے سے۔ (صفحہ:۲۵۰)

(۷۶)...... فرمایا کہ بزرگوں کے سامنے سے جو کھانا اُٹھا کر ان ہی کے سامنے کھاتے ہیں میں تو اس طریقِ متعارف کے خلاف ہوں کیونکہ جس کے سامنے سے تبرک سمجھ کر کھانا کھالیا اگر وہ متکبر ہے تو اس کا تکبر بڑھتا ہے اور اگر متواضع ہو تو اس کو اذیت ہوتی ہے بلکہ یوں کیا جائے کہ جب کھانا اُٹھ جائے تو مالک

سے مانگ لے، سامنے سے لے کر کھانا چاٹنا ٹھیک نہیں۔ (صفحہ:۲۹۳)

(۷۷)...... اپنے ایک عزیز کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا کہ جو جوابات تم نے لکھے ہیں اگر وہ تمہارے نزدیک شرح صدر کے ساتھ تمہارے اس معاملہ کی صفائی کے لیے کافی ہیں جو خدا تعالیٰ کے ساتھ ہے تو کسی کی خوشی ناخوشی کی پروانہ کرو کیونکہ اصل دیانت ہے اور ہر معاملہ کی انتہا حق تعالیٰ پر ہوتی ہے۔ جب حق تعالیٰ سے صفائی ہے تو اور کسی کی پروانہیں۔ میں تو کیا چیز ہوں، میری خوشی ناخوشی کا تم پر کیا اثر پڑسکتا ہے۔ میں تو کہتا ہوں کہ اگر کسی کا معاملہ فِیْمَا بَیْنَهٗ وَبَیْنَ اللّٰهِ صاف ہو اور اس کا شیخ جس سے وہ بیعت ہے وہ بھی ناراض ہو تو بھی پروانہ کرنا چاہیے اور اس کو کچھ نقصان نہیں پہنچ سکتا کیونکہ شیخ معبود نہیں ہے بلکہ واسطہ الی المعبود ہے اور معاملہ عبد کا معبود کے ساتھ ہے۔ (صفحہ:۳۴۹)

(۷۸)...... فرمایا کہ کام میں لگا رہے اور حالات سے اطلاع دیتا رہے۔ ان شاء اللہ! کامیابی یقینی ہے، اس راہ میں حرمان ہرگز ہرگز نہیں ہوتا۔ (صفحہ:۲۳۰)

(۷۹)...... فرمایا کہ طالب کی نیت تو رہبر بننے کی بھی نہیں ہونی چاہیے بلکہ یہ نیت ہو کہ ہمیں راستہ نظر آجاوے اور رہبر بننے کی نیت شرک فی الطریقۃ ہے بلکہ بزرگ بننے کی نیت بھی نہ ہونی چاہیے۔ اگر یہ نیت ہے تو وہ شخص غیر حق کا طالب ہے خود کچھ تجویز نہ کرے۔ (صفحہ:۱۲۷)

(۸۰)...... فرمایا کہ کتابوں سے بھی ثابت ہے اور تجربہ سے بھی ثابت ہے کہ نفس کو جب تک ذلت نہ دی جائے یہ سیدھا نہیں ہوتا اور یہ ظاہر ہے کہ اپنے ہاتھ سے ذلت نہیں ہوتی۔ بازار میں کھڑے ہو کر اپنے ہاتھ سے اپنے سر پر جوتیاں بھی ماریں تب بھی ذلت نہ ہو۔ ذلت تو جناب دوسرے ہی کے ہاتھ سے ہوتی ہے۔ (صفحہ:۲۴۳)

(۸۱)...... فرمایا کہ میں نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ ایک بزرگ مشغول بحق بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک کتّا سامنے سے گذرا۔ اتفاقاً اس پر نظر پڑ گئی۔ ان بزرگ کی یہ کرامت ظاہر ہوئی کہ اس نگاہ کا اس کتّے پر اتنا اثر پڑا کہ جہاں وہ جاتا تھا اور کتّے اس کے پیچھے پیچھے ہو لیتے تھے اور جہاں بیٹھتا تھا سارے کتّے حلقہ باندھ کر اس کے اردگرد بیٹھ جاتے تھے۔ ہنس کر فرمایا کہ وہ گویا کتوں کے لیے شیخ بن گیا۔

پھر فرمایا کہ جن کے فیوض جانوروں پر ہوں ان سے انسان کیسے محروم ہوسکتا ہے۔ ہرگز مایوس نہ ہونا چاہیے۔ ہاں! دھن ہونی چاہیے چاہے تھوڑی ہی ہو۔

(صفحہ:۲۰۴)

(۸۲)...... فرمایا کہ نفع میں بیعت کو ذرا دخل نہیں۔ باقی کامیابی یہ حق تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ جیسا کہ طبیب صرف نسخہ تجویز کرسکتا ہے اس کا استعمال مریض کے اختیار میں ہے اور صحت دینا حق تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ طبیب صحت کی میعاد معین نہیں کرسکتا۔ البتہ اس طریق باطن میں اتنی اُمید ضرور دلائی جاسکتی ہے کہ مرض ظاہری میں تو کبھی مایوسی تک نوبت پہنچ جاتی ہے، لیکن یہاں مایوسی ہرگز نہیں۔ صحت یقینی ہے خواہ مرتے وقت ہی نصیب ہو جاوے۔ ویسے حق تعالیٰ کا فضل ہے جلدی ہو جاوے۔ باقی اپنی طرف سے اس بات پر آمادہ رہنا چاہیے کہ اگر مرتے وقت تک بھی کامیابی ہو جاوے تب بھی راضی ہیں۔ (صفحہ: ۲۰۴)

(۸۳)...... فرمایا کہ طالب سے انکسار کرنا یہ خداع ہے ناجائز ہے۔ اگر کوئی شخص سودا خریدنے جاوے اور ہر دکاندار کہہ دے کہ میرے یہاں نہیں ہے۔ تو وہ بے چارہ یوں ہی رہا۔ ہاں! غیر طالب سے قسم کھا کر بھی کہہ دے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں، اس میں کچھ حرج نہیں۔ (صفحہ:۲۰۵)

(۸۴)...... فرمایا کہ مرید کرنے کو میں نفع نہیں سمجھتا۔ اصل نفع حق بات کا کانوں میں پہنچا دینا ہے۔ مرید کرنا اپنے ذمہ واجب نہیں سمجھتا۔ ہاں! تعلیم کرنا ہر مسلمان کا حق ہے اور گو یہ کہنا ہے تو بڑی بات لیکن تحدثاً بالنعمۃ کہتا ہوں کہ الحمدللہ! میں ایک ہی جلسہ میں خدا تک پہنچا دیتا ہوں۔ راستۂ مقصود بتلا دینا خدا ہی سے ملا دینا ہے۔ (صفحہ:۲۰۵)

(۸۵)...... فرمایا کہ جب تک پوری مناسبت نہ ہو جاوے بیعت نہ کرنا چاہیے۔ جب پوری طرح راہ پر پڑ جائے تب چاہیے۔ مرید ہونے کے بعد پھر بے فکر ہو جاتے ہیں اور مرید ہونے کے لالچ میں تو کسی قدر اپنی اصلاح کی فکر میں مشغول بھی رہتے ہیں تاکہ جلد مقصود حاصل ہو جاوے۔ یہ اکثری ہے اور شیخ مبصر بعض مواقع کو اس سے مستثنیٰ بھی کرسکتا ہے۔ (صفحہ:۲۰۵)

(۸۶)...... فرمایا کہ الحمدللہ! میں نے اپنے بزرگوں کے ساتھ کبھی ظاہراً یا باطناً اختلاف نہیں کیا اور

ہر طرح ادب ملحوظ رکھا حالانکہ مجھ کو سیکڑوں احتمالات سوجھتے تھے۔ لیکن میں نے ہمیشہ یہی سوچا کہ ہم کیا جانیں اور اگر کبھی کوئی بات سمجھ میں نہ بھی آئی تب بھی دل کو یہ کہہ کر سمجھا لیا کہ یہ کیا ضرور ہے کہ کوئی بات بھی بلا سمجھے نہ رہے؟ سو واقعی طالب تحقیق کو پیشتر تقلید ضروری ہے۔ بعد کو بہ برکت تقلید کے تحقیق کا درجہ بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ ترتیب یہی ہے۔ دیکھئے اگر کوئی بچہ اپنے استاد کی تقلید نہ کرے اور پڑھاتے وقت یہ کہے کہ کیا دلیل ہے کہ یہ الف ہے ب نہیں تو بس پڑھ چکا۔ (صفحہ:۱۹۲)

(۸۷)...... فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اگر کوئی ذکر و شغل کا نفع ظاہر کرتا تو فرماتے کہ بھائی استعداد تو تمہارے اندر خود موجود تھی میرے ذریعہ سے صرف ظاہر ہوگئی ہے، لیکن تم ایسا مت سمجھنا تم یہی سمجھنا کہ مجھ سے تم کو یہ نفع پہنچا ہے ورنہ تمہارے لیے مضر ہوگا۔ یہ شانِ اہل مقام ہی کی ہوتی ہے کہ ہر پہلو پر نظر رہے ورنہ اہل حال ایک ہی بات کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ دوسرے پہلو پر ان کی نظر نہیں جاتی۔ (صفحہ:۱۹۳)

(۸۸)...... ایک صاحب نے سوال کیا کہ اگر کوئی مرشد کو بُرا بھلا کہے تو اس وقت کیا کرنا چاہیے۔ فرمایا کہ اس کو روک دے کہ میرے سامنے ایسا تذکرہ مت کرو، مجھ کو صدمہ ہوتا ہے۔ پھر اس کی ہمت ان شاء اللہ نہ ہوگی اور اگر صبر نہ ہو سکے اور پوری قدرت ہو اور کسی مفسدہ کا اندیشہ نہ ہو تو اس وقت بحفظ حد شرعی جوتے سے ٹھیک کر دے۔ اگر قدرت نہ ہو اور وہ روکے سے نہ رُکے تو وہاں سے چلا جاوے اور اس آیت سے ثابت ہے، ارشاد ہے کہ:

﴿وَقَدۡ نَزَّلَ عَلَيۡكُمۡ فِى الۡكِتٰبِ اَنۡ اِذَا سَمِعۡتُمۡ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكۡفَرُ بِهَا وَيُسۡتَهۡزَاُ بِهَا فَلَا تَقۡعُدُوۡا مَعَهُمۡ حَتّٰى يَخُوۡضُوۡا فِىۡ حَدِيۡثٍ غَيۡرِهٖۤ ۚ﴾

[سورۃُ النسآء، آیت: ۱۴۰]

اور اس آیت کا حکم عدم قدرت کے زمانہ میں تھا، پھر زمانۂ قدرت میں دوسرا قانون ہوگیا۔ یعنی ضرب یضرب مگر اس وقت کے حالات کے مناسب یہی ہے کہ اس کو یہ اطلاع کر کے چلا جاوے کہ میں اس وجہ سے تمہارے پاس نہیں بیٹھتا کہ تم میرے پیر کو بُرا کہتے ہو۔ لڑے بھڑے نہیں۔ اس برتاؤ سے پیر کی بھی قدر ہوگی کہ پیر کی کیا پاکیزہ تعلیم ہے۔ بس وہاں ہی چلو جہاں انہوں نے تعلیم پائی ہے کہ کیسا صبر و تحمل

ان میں آ گیا ہے؟ اس کو کر کے دیکھئے کہ کیا اثر ہوتا ہے؟

(صفحہ:۱۳۴)

(۸۹)...... فرمایا بیعت میں جلدی اچھی نہیں جب خوب محبت ہو جاوے پیر سے اس وقت بیعت زیادہ نافع ہے۔ اس کی ایک مثال ہے اور ہے تو فحش مگر بیان کیے دیتا ہوں۔ ایک تو ہے نکاح کرنے کے بعد بیوی پر عاشق ہونا کہ ماں باپ نے نکاح کر دیا، اس کے بعد محبت ہو جاتی ہے اور ایک ہے عاشق ہو کر نکاح کرنا۔ دونوں صورتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ جیسی قدر دوسری صورت میں ہوتی ہے پہلی صورت میں عشر عشیر بھی نہیں کیونکہ دوسری صورت میں مدتوں پیچھے پھر کر تکالیف اُٹھا کر نکاح ہوگا۔ تو وہ شخص جیسی بیوی کی قدر کرے گا پہلی صورت والا نہیں کر سکتا۔ اسی طرح بیعت بھی ہے ایک تو وہ شخص ہو کہ آتے ہی بیعت ہو جاوے اور ایک وہ کہ عاشق ہو کر بیعت ہو پوری قدر اس کو ہوگی بیعت کی۔ (صفحہ:۱۵۴)

(۹۰)...... فرمایا کہ بیعت کوئی معمولی چیز نہیں۔ اسلم طریق یہ ہے کہ جس سے بیعت ہونا چاہے ایک تو کچھ مدت تک اس کو جانچے۔ جس کے دو طریق ہیں: ایک مصاحبت طویلہ یعنی مدت کافیہ تک اس کے پاس رہے اور یہ احوط ہے۔ دوسرا طریق مکاتبت طویلہ یعنی اس سے کچھ طریق پوچھ کر اس پر عمل کرے۔ پھر اپنے احوال سے اس کو اطلاع دے۔ پھر جو وہ تجویز کرے اس کا اتباع کرے، اسی طرح مدت دراز تک کرتا رہے۔ بعد اس کے اگر دل چاہے بیعت کی درخواست کرے۔ پھر دوسرا جو کچھ جواب دے اس پر راضی رہے۔ (صفحہ:۱۵۵)

(۹۱)...... فرمایا کہ جس سے عقیدت ہو اس سے سوال و جواب کی نوبت نہ آنے دینا چاہیے بلکہ اس کی رائے اور مشورہ کے سامنے اپنی رائے کو فنا کر دینا چاہیے۔ بزرگوں کے سامنے رد و کد کرنا بالکل خلافِ ادب ہے۔ (صفحہ:۲۱۳)

(۹۲)...... فرمایا کہ یہ مرض عام ہو گیا ہے چاہتے ہیں کہ سہولت پہلے ہو، اس کے بعد کام شروع کریں۔ شرائع کی خاصیت یہ ہے کہ پہلے کام شروع کریں، اس کے بعد سہولت ہوگی۔ لوگوں نے اس کا عکس کر رکھا ہے۔ بڑی چیز اس طریق میں شیخ پر اعتقاد ہے۔ بدون اس کے کام نہیں چل سکتا، پھر سہولت کا انتظار کیسا؟ (صفحہ:۲۵۸)

(٩٣)...... فرمایا کہ اگر پیر کا پیر بھی ہو اور اس کی طرف میلان نہ ہو تو اس سے نفع نہ ہوگا۔ (صفحہ:۲۵۹)

(٩٤)...... فرمایا کہ کسی کے پاس نرے رہنے سے کیا ہوتا ہے جب تک اپنی اصلاح اور تربیت کی فکر نہ ہو؟ (صفحہ:۲۶۱)

(٩٥)...... فرمایا کہ بزرگوں کو جو خطوط لکھے جاویں ان میں اشعار کا لکھنا میں خلافِ ادب سمجھتا ہوں۔ ہاں! بطور جوش نکل جائے تو دوسری بات ہے۔ قصداً ایسا کرنے کا حاصل یہ ہے کہ ان کو اشعار سے متاثر کر کے کام نکالنا چاہیے۔ نیز اپنی لیاقت کا اظہار بھی ہے۔ طالب کا کوئی فعل معلّم کے ساتھ ایسا نہ ہونا چاہیے۔ (صفحہ:۲۷۷)

بیاد

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا

شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہٗ

وہ جو تھے مجدّد و غوثِ زماں
وہ تھانہ بھون کے حکیمِ زماں
رہے عشقِ حق میں شب و روز مست
ہمیشہ رہا نبضِ اُمّت پہ دست
ہوا ہر گرفتار آزارِ سخت
تری صحبتِ پاک سے نیک بخت
جنہیں رات دن فکر ملّت کی تھی
بڑی فکر اصلاح اُمت کی تھی
وہ مولائے اشرف علی شاہِ دیں
دکھاتے رہے عُمر بھر راہ دیں

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس

مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

به فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبت ہے
بہ اُمیدِ نصیحت دوستو اس کی اشاعت ہے

حقوقِ شیخ اور آدابِ شیخ

افادات

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہٗ

انتخاب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس

مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

